(۸۳)

خواجہ صاحب کے مطالبہ حلف کا جواب

(فرمودہ ۱۰۔ستمبر ۱۹۱۵ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ۔وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۔وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ۔قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا[۱] ۔

اس کے بعد فرمایا:۔

جب تک کسی انسان کو کوئی انعام نہیں ملا ہوتا اس وقت تک تو وہ بڑی ناامیدی کا اظہار کرتا ہے اور اس کا دل بیٹھا جاتا ہے اور وہ ہمت ہارے ہوئے ہوتا ہے لیکن جونہی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر انعام اور فضل نازل ہوتا ہے بہت سے انسان ایسے ہوتے ہیں جو بڑا غرور اور تکبر کرتے اور یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ جو کچھ ہیں ہم ہی ہیں اور ہم نے خود ہی اپنی سمجھ، اپنی عقل، اپنی کوشش اور اپنے فہم سے یہ انعام حاصل کر لئے ہیں، خدا کے فضل کا اس میں کچھ دخل نہیں ۔ایسے کسی انسان پر ذرا خدا کا فضل اور احسان ہوا اور اس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے منہ موڑ لیا۔اور جب ذرا سزا، غضب اور دکھ ہوا تو جھٹ کمر توڑ کر بیٹھ رہا۔

کمزور طبائع کا ہمیشہ یہی حال رہا ہے۔اور جب سے یہ انسان پیدا ہوا اور جب سے اس

زمین پر آدم کی اولاد نے قدم رکھا ہے جبھی سے کمزور اور ناشکر گزار طبائع اس مرض میں گرفتار پائی گئی ہیں۔اور آج تک کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا کہ اکثر انسان اس کمزوری اور غلطی سے بَری نظر آئے ہوں۔جب کبھی بھی خدا تعالیٰ کا ان پر رحم اور فضل ہوا تو انہوں نے منہ موڑ لیا اور یہی دعویٰ کیا کہ ہمیں اپنی ہمت اپنی کوشش اور اپنی عقل سے یہ کچھ ملا ہے خدا کا اس میں کیا دخل ہے لیکن جب تک انہیں کچھ نہیں ملا ہوتا تو ہمت توڑ کر اور بالکل ناامید ہو کر بیٹھ رہتے ہیں۔یہ زمانہ بھی اس قسم کے لوگوں سے مستثنیٰ نہیں۔جیسا کہ پہلے زمانہ میں اس قسم کے لوگ ہوئے ہیں کہ انعام ملنے کے وقت ناشکر گزار اور نہ ملنے پر ناامید ہو جاتے تھے، یہی فطری کمزوری آج بھی بُہتوں میں پائی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ جس طرح وہ لوگ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں سے کام نہ لیتے تھے،اس کے دیئے ہوئے علم پر عمل نہ کرتے تھے،اس کی بتائی ہوئی تدبیروں پر کاربند نہ ہوتے تھے،اس کے احکام کے مطابق کام کرنے میں کمزوری دکھاتے تھے اور اس کے فضل اور انعام کے وقت ناشکر گزار بن جاتے تھے،آج بھی بہت سے ایسے ہیں کہ جب تک خدا نے ان پر اپنا فضل نہ کیا تھا نا اُمید ہو گئے تھے اور جب فضل نازل کیا تو کہہ دیا کہ ہم نے کسی سے کچھ نہیں لیا،ہم خود بڑے آدمی ہیں ہم ہی سب کچھ کرتے ہیں،ہمارے ہی ذریعہ سارا کام ہو رہا ہے۔ایک زمانہ مسلمانوں پر ایسا آیا ہے جبکہ ان میں سے کسی پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی،کوئی ماموران کی طرف نہیں آیا تھا،کوئی نبی انہیں ہدایت دینے کیلئے مبعوث نہیں ہوا تھا اور کوئی ایک آواز انہیں ایک جگہ پر اکٹھے کرنے کے لئے بلند نہیں ہوئی تھی اُس وقت بہت سے لوگ ایسے تھے جو خدا کے فضل سے ناامید ہو چکے تھے انہیں اسلام پر شکوک اور شبہات پیدا ہو گئے تھے اور اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ اسلام ایک جھوٹا مذہب ہے،اسلام کو ترک کرنے کی تیاری کر چکے تھے،کوئی آریہ،کوئی عیسائی اور کوئی دہریہ ہونے کو تیار تھا لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کیا،ان میں اپنا ایک نبی بھیجا جس نے انہیں اسلام پر قائم کیا اور گمراہ ہونے سے بچایا تو افسوس ان میں سے بعض نے کہہ دیا کہ ہمیں مرزا نے کیا سکھایا،ہم آپ ہی سب کچھ جانتے تھے۔وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۔اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے کسی کی کیا پرواہ ہے میں خود سب کچھ ہوں لیکن وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ۔اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچے تو ناامید ہو کر بیٹھ رہتا ہے کہ اب میں کہیں کا نہ رہا۔

چنانچہ یہ لوگ جب دُکھ میں تھے تو عیسائی ہونے کو تیار تھے اور اقرار کرتے تھے کہ اسلام سچا مذہب نہیں ہے لیکن جب ان پر آسمانی بارش نازل ہوئی اور ان کے گند دھوئے گئے اور ان کی ظلمت دور کی گئی تو انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ مرزا صاحب نے کیا کیا۔ وہ تو معمولی مجدّد تھے، اس طرح کے مجدّد کئی گزر چکے اور کئی آئیں گے۔ کہنے والے نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جو کام مرزا صاحب کرتے تھے وہی کام میں بھی کر رہا ہوں لیکن یہ اپنی حالت کو بھلانے کے ساتھ ہی اپنے محسن کو بھی بھول گیا اور خدا کے فضل اور انعام کو اپنی ہمت اور اپنی کوشش کا نتیجہ خیال کر کے تکبر میں آ گیا ہے۔ لیکن وہ سن لے اور کان کھول کر سن لے کہ ایک دن وہ تھا کہ تُو اسلام کی صداقت سے بے بہرہ تھا اور اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کے قبول کرنے پر تیار ہو چکا تھا، تیرے اندر ایمان نکل چکا تھا، تیری آنکھیں اندھی اور تیرا دل سیاہ ہو گیا تھا، اور تیری یہ حالت ہو گئی تھی کہ تُو خدا تعالیٰ سے ایسا دور ہو چکا تھا کہ اس کی ہستی کے متعلق کوئی دلیل تجھ پر اثر نہ کرتی تھی لیکن جب مرزا کے ذریعہ تُو نے ہدایت پائی، تجھے کھویا ہوا ایمان تجھے واپس ملا اور تجھ پر اسلام کی صداقت ظاہر ہوئی تو تُو نے دعویٰ کر دیا کہ میں بھی وہی کام کر رہا ہوں جو مرزا نے آ کر کیا۔ گویا تیرے خیال میں جس طرح کے مجدد مرزا صاحب ہیں اسی طرح کا تُو بھی ہے لیکن کیا تجھے یاد نہیں کہ جب تک حضرت مرزا صاحب نے آ کر صداقتِ اسلام کو ظاہر نہ کیا اور ایمان کی حفاظت نہ کی تھی اُس وقت تک تُو یہاں تک مایوس ہو چکا تھا کہ اسلام کے چھوڑنے پر تیار ہو گیا تھا لیکن جب مرزا خدا کے فضل سے آیا تو تُو نے تکبر کیا اور کہا کہ ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے اپنی کوشش سے کیا ہے اور ہم وہی کام کر رہے ہیں جو مرزا صاحب نے کیا۔ اے نادان! کیا تُو نہیں سمجھتا کہ تو نے نہ پہلے کچھ کیا اور نہ اب کچھ کر سکتا ہے۔ تیرا دل اور ایمان تو وہی ہے جسے عیسائیت کھینچے لئے جا رہی تھی اور جو گمراہی کی طرف دوڑا جاتا تھا۔ کیا تو بھول گیا کہ وہ کون سی آواز تھی جس نے تجھے اسلام کی طرف کھینچا، تیرے ایمان کو بچایا، تجھے گمراہی سے روکا وہ حضرت مسیح موعودؑ کی آواز تھی۔ کیا اس آواز سے پہلے تُو مایوس نہ تھا اور ضرور تھا۔ اس تکبر، انانیت اور انکار کے زمانہ میں بھی تو اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ میں ہلاکت کے گڑھے میں گرنے ہی لگا تھا کہ ایک آواز آئی جس نے مجھے بچا لیا۔ یہ آواز وہ تھی جو حضرت مرزا صاحب کے ہونٹوں سے نکلی جس نے گمراہی سے تجھے روکا لیکن آج تو نے کہہ دیا کہ وہ ایک ایسا ہی ملہم تھا جیسے اور ہوئے ہیں۔

اس قسم کے لوگ ہمارے اندر سے پیدا ہو گئے ہیں اور یہ محسن کشوں کی جماعت ایسے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے کہ اس نے خود ہی محسن کشی نہیں کی اور اپنے محسن کے کام کو خود ہی ترک نہیں کیا بلکہ یہ بھی کوشش کی ہے کہ اس کی تعلیم کو دنیا کے پردہ سے مٹا دیں۔ چنانچہ آج ہی ایک خط ماریشس سے آیا ہے جو ایک احمدی نے بھیجا ہے مسٹر نوردیا ان کا نام ہے۔ ان کو مولوی محمد علی صاحب نے ایک خط بھیجا جس میں لکھا ہے کہ مجھے مولوی غلام محمد کے ماریشس جانے کی خوشی ہے لیکن آپ ان کو یہ سمجھا دیں کہ وہاں یہ عقائد نہ پھیلائیں کہ مسیح موعود مجدد نہیں بلکہ نبی تھے اور اسی لئے ان کے منکر تمام مسلمانانِ عالم کافر ہیں۔ یہاں ہندوستان میں ان دو عقیدوں سے سلسلہ کو نقصان عظیم پہنچا ہے پس وہاں ان کو شروع ہی میں ملیا میٹ کرنا چاہیئے۔

اس انسان سے کوئی کہے کہ تم جو لوگوں کو قسمیں دیتے ہو، تم خود ہی قسم کھا کر بتلاؤ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا ذکر کرنے سے یہاں کیا نقصان پہنچا ہے۔ ایک وہ جماعت ہے جو حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتی ہے اور ایک وہ جو نبی نہیں مانتی۔ اب سوال یہ ہے کہ جو نبی مانتی ہے اس نے سلسلہ کی ترقی میں کیا کام کیا اور جو نہیں مانتی اس نے کیا کیا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کرنا اور غیر احمدیوں کو یہ ملامت کرنا کہ تم ایک نبی کا انکار نہ کرو ورنہ نبی کے انکار سے کافر ہو جاؤ گے، سلسلہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والی باتیں ہیں تو میرا سوال ہے کہ پھر ترقی اس جماعت کی ہونی چاہیئے جو ان دونوں باتوں کی قائل نہیں، نہ کہ اُس جماعت کی جس کے راستے میں یہ دو روکیں حائل ہیں لیکن زمانہ اختلاف سے لے کر اس وقت تک میرے پاس بہت سے ایسے لوگوں کے خطوط آ چکے ہیں جو لکھتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو خدا کا نبی مان کر بیعت کرتے ہیں۔ پھر اگر یہ باتیں روک ہیں تو ہم نے جو کتابیں نبوت کے متعلق لکھی ہیں ان کے پڑھنے سے ایسی آوازیں کیوں آئیں کہ ان کی وجہ سے ہمیں حضرت مسیح موعود کی اصل شان سے آگاہی ہوئی ہے، اس لئے ہم بیعت کرتے ہیں اور مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں۔ اس قسم کے خطوط صرف غیر مبائعین کی طرف سے ہی نہیں آئے بلکہ غیر احمدیوں کی طرف سے بھی آئے ہیں۔ لیکن کیا مولوی محمد علی صاحب نے جو کتابیں نبوت کے خلاف لکھی ہیں ان کے پڑھنے والوں میں سے بھی کسی نے ان کے موافق خیالات کا اظہار کیا ہے۔

پس اگر نبوت مسیح موعود کا پیش کرنا احمدیت سے لوگوں کو دور کرنے کا باعث ہے تو

چاہیئے تھا کہ ’’حقیقۃ النبوت‘‘۲؎ اور القول الفصل ۳؎ کو پڑھ کر لوگ دور ہو جاتے لیکن بہت سے قریب آ گئے اور بیعت میں داخل ہو گئے ہیں حالانکہ یہ ایسی کتابیں ہیں جن میں صرف حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا ذکر ہے اور آپ کے مسیح و مہدی ہونے کے متعلق دلائل نہیں دیئے گئے۔ برخلاف ان کے ’’ایک غلطی کا اظہار‘‘ اور ’’جزئی نبوت‘‘ جو نبوت مسیح موعود کے خلاف لکھی گئی ہیں پڑھ کر کوئی ایسا قابل ذکر شخص نہیں جس نے مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کی ہو۔ کہا جاتا ہے کہ چونکہ تمہاری جماعت زیادہ ہے اس لئے کامیابی بھی تم کو ہی زیادہ ہو رہی ہے کیونکہ آدمیوں کی زیادتی پر کامیابی ہوتی ہے۔ ہم چونکہ تھوڑے ہیں اس لئے کم ترقی کر رہے ہیں اور تم زیادہ ہو اس لئے بڑھ رہے ہو۔ یہ سوال بے شک قابل غور ہوتا اگر انہی لوگوں کی تحریروں اور تقریروں میں ہم یہ دعویٰ نہ دیکھتے کہ جماعت کے اُنیس حصے ہمارے ساتھ ہیں اور ایک حصہ ان کے ساتھ۔ اگر ان لوگوں کی طرف سے جو لائف ممبر کہلاتے اور جو پاک ممبر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں یہ تحریر نہ ہوتی اور مولوی محمد علی صاحب جو امیر قوم کے لقب کے دعویدار ہیں اس کا اقرار نہ کرتے تو اور بات تھی لیکن اب جبکہ یہ کہا جاتا ہے کہ تم زیادہ ہو اس لئے زیادہ ترقی کر رہے ہو ان دو باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا پڑے گا۔ یا تو یہ کہ جماعت کا بیسواں حصہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو نہیں مانتا بلکہ اکثر حصہ جماعت کا یہ عقیدہ رکھتا ہے یا یہ کہ مبائعین کی تعداد تو تھوڑی ہے لیکن کامیابی انہیں کو زیادہ ہو رہی ہے لیکن ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کا اقرار کرنے سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ بڑی بڑی جسامتوں والے جن کی ظاہری شکلوں نے بعضوں کو بھلا رکھا ہے دراصل ان کی وجاہت کے پردے میں اسلام اور احمدیت سے نفرت چھپی ہوئی ہے اور انہوں نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ نبوت مسیح موعود کا اقرار کرنا سلسلہ کی ترقی میں روک ہے یا جب انہوں نے کہا تھا کہ اُنیس حصے جماعت کے ہمارے ساتھ ہیں اور ایک حصہ ان کی طرف تو دنیا کو دھوکا دیا تھا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اُنیس حصہ جماعت کا ان کی طرف ہونا جھوٹ ہے تو ہونے دو۔ اس سے تو یہ ثابت ہو گیا کہ وہ جھوٹے ہیں، فریبی ہیں، دھوکا باز ہیں لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کثیر حصہ جماعت کی زیادہ ترقی کا باعث نہیں ہوا کرتا۔ انہوں نے بے شک جھوٹ بولا، فریب دیا لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبوت کا مسئلہ سلسلہ کی ترقی کی راہ میں واقعہ میں کوئی روک ہے اور یہ اعتراض ابھی قائم ہے کہ وہ کم ہیں اس لئے تھوڑی ترقی

کر رہے ہیں اور تم زیادہ ہو اس لئے زیادہ بڑھ رہے ہو۔ مگر یہ بھی خیال غلط ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو غلط ثابت کرنے کیلئے یہ بات رکھ دی ہے کہ بعض ایسے علاقے ہیں جن میں مبائعین ہیں ہی نہیں اور اگر ہیں تو ایسے کہ آٹے میں نمک کے برابر لیکن وہاں بھی ہمیں ہی ترقی ہو رہی ہے۔ ہم مان لیتے ہیں کہ ان کے آدمی تھوڑے اور ہمارے زیادہ ہیں تو بھی ہماری ترقی زیادہ آدمیوں کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ ہی نبوت مسیح موعود کا مسئلہ کوئی روک ہے۔ وہ علاقے جن میں ہمارے آدمی کم اور ان کے زیادہ ہیں وہاں بھی ان کے حق میں کوئی نتیجہ مترتّب نہیں ہوا۔ سارے ہزارے میں ہمارے پندرہ بیس آدمی ہوں گے۔ مگر ان کے بہت سے ہیں۔ ایبٹ آباد میں وہ خود ڈیرے لگائے بیٹھے ہیں لیکن جس دن سے اختلاف ہوا ہے اس علاقہ سے بھی دو تین ہماری بیعت میں داخل ہو چکے ہیں مگر اس نسبت سے انہیں وہاں بھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

بے شک جہاں ہماری جماعت زیادہ ہے وہاں کے متعلق یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہمارے مبلّغ بہت ہیں اس لئے ہماری جماعت زیادہ پھیل رہی ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ان علاقوں پر غور کرو جہاں تم زیادہ ہو، وہاں کون ترقی کر رہا ہے۔ یہ تو میں نے مبلّغین کے زیادہ ہونے کے اعتراض کو تسلیم کر کے کہا ہے ورنہ کیا یہ ماننے کی بات ہے کہ ایک شخص ہے جو ایک بیج بو رہا ہے اور مناسب موقع پر بو رہا ہے لیکن ایک اور ہے جو بہت سے بیج بو رہا ہے مگر بے موقع تو کیا اس کا ایک بیج زیادہ پھل لائے گا جو موقع مناسب پر بونے والا ہے یا اس کا جو بے موقع بہت سے بیج بو رہا ہے۔ بے شک اس کا ایک دانہ پھل لے آئے گا اور دوسرے کے ہزاروں دانے بے فائدہ ثابت ہوں گے۔ ہمارے مبلّغوں کا کثرت سے ہونا اور اس وجہ سے زیادہ پھیلنا ہماری صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ورنہ بھدّی آوازیں جتنی زیادہ نکلیں اتنا ہی زیادہ ان سے لوگوں کو دور بھاگنا چاہیئے۔ جہاں ایک بدصورت ہو وہاں تو کوئی ایک طرف منہ کر کے بیٹھ سکتا ہے لیکن اگر بہت بدصورت آنکھیں نکالے ڈرا رہے ہوں تو وہاں سے بھاگنا ہی پڑے گا۔

پس اگر ہم ایسے ہی ہیں تو چاہیئے تھا کہ جس قدر ہم زیادہ تھے لوگ اسی قدر اور زیادہ ہم سے نفرت کرتے۔ ہمارے مبلّغوں کا کم ہونا تو ہماری ترقی کا ذریعہ ہو سکتا تھا کیونکہ کوئی کہہ سکتا تھا کہ بیعت کرنے والوں کو معلوم نہیں کہ ان کے کیا عقائد ہیں اور نہ ان کے مبلّغ ہر

جگہ ہیں کہ ان سے زبانی طور پر لوگ باتیں سن کر صحیح نتیجہ نکال سکتے اس لئے ان کی جماعت میں صرف کتابوں کے ذریعہ لوگ شامل ہو رہے ہیں۔ لیکن جب ہمارے زیادہ ہونے کی وجہ سے لوگ ہم میں آ رہے ہیں تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ نبوت کا مسئلہ ذریعہ ہے ہماری ترقی کا اور باوجود ہر جگہ پر نبوت مسیح موعودؑ کا اقرار نہ کرنے والے لوگوں کے موجود ہونے کے لوگ ہمارے سلسلہ کو قبول کرتے ہیں۔ مجھ سے ایک شخص نے مسئلہ نبوت کے متعلق پوچھا ہے اور لکھا ہے کہ خواجہ صاحب نے لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ [۴] کو لے کر حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت پر جو اعتراض کئے ہیں ان کا جواب دیا جائے خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ۔ اس کے لفظی معنوں پر غور کرو۔ جو یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد مبشرات کے سوا باقی کوئی چیز نبوت کی نہیں رہی۔ یعنی نبوت میں مبشرات کے علاوہ دیگر امور بھی داخل ہیں۔ نبوت کے ایک سے زیادہ اجزاء ہوتے ہیں اور ان میں ایک جزو مبشرات ہے۔ نبی وہ ہوتا ہے جس میں مبشرات بھی ہوں اور دیگر اجزائے نبوت بھی جو بالفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے بعد باقی نہیں رہے۔ پھر ان کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مبشرات کوئی نبوت ہے تو اس حدیث کو اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا عَیْنُ النُّبُوَّةِ۔ نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا مگر عین نبوت لیکن یہ ایک بیہودہ فقرہ بن جاتا ہے اس لئے اس حدیث کے یہی معنے ہیں کہ نبوت سے کوئی چیز باقی نہیں رہی مگر مبشرات۔ ایک اور شخص نے بتایا ہے کہ خواجہ صاحب نے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ [۵] پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت سے میاں صاحب یہ استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ مرزا صاحب مبشر تھے اس لئے وہ رسول بھی ہیں حالانکہ اس کا عکس لینا جائز نہیں کیونکہ ہر ایک قضیئے کا عکس درست نہیں ہوتا۔

سنا ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنی علمیت کے بڑے بڑے دعوے کئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ میاں صاحب نے اپنی تصنیفوں میں علمی غلطیاں کی ہیں۔ چونکہ خواجہ صاحب سے میں واقف ہوں اس لئے خوب جانتا ہوں کہ انہیں کتنا علم ہے اور کتنا فلسفہ اور منطق جانتے ہیں۔ خیر منطق اور فلسفہ نہیں جانتے تو نہ سہی لیکن کسی کی عربی دانی پر کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ خواجہ صاحب علم عربی سے ایسے ہی دور ہیں جیسا کہ گدھے کے سر سے سینگ۔ علم عربی کا جاننا تو الگ رہا خواجہ صاحب تو قرآن بھی نہیں جانتے۔ اگر جانتے ہیں تو ہم

قرآن کا ایک رکوع رکھ دیتے ہیں، اس کا صحیح ترجمہ کر دیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ عربی عبارت لکھیں یا کوئی منطق مسئلہ حل کریں بلکہ یہ کہ وہ قرآن کے ایک رکوع کا صحیح ترجمہ کر دیں۔ اس سے ہی ان کا علم ظاہر ہو جائے گا اور پتہ لگ جائے گا کہ وہ کیسے عالم ہیں لیکن وہ اس طرف نہیں آئیں گے۔ اب میں بتاتا ہوں کہ انہیں لَمْ یَبْقَ مِنَ النَّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ کے معنے کرنے میں کیا دھوکا لگا ہے۔ انہیں وہی دھوکا لگا ہے جو حضرت ابراھیم کے پرندوں کو زندہ کرنے والی آیت کے متعلق غیر احمدیوں کو لگا ہے۔ وہاں آتا ہے کہ چار پرندے لے اور ہر ایک پہاڑ پر ان کا ایک جزو رکھ دے۔ غیر احمدی اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ جزو ٹکڑا ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے ان جانوروں کا قیمہ کیا اور پھر تھوڑا تھوڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دیا۔ لیکن انہیں معلوم نہیں کہ جماعت کا جزو اس کے افراد ہوتے ہیں نہ کچھ حصہ۔

استثناء دو قسم کا ہوتا ہے۔ اگر شے واحد سے استثناء ہو تو اس کے حصے اور ٹکڑے مراد ہوتے ہیں اور جب مجموعہ سے اور جماعت سے استثناء ہو تو اس کے معنی افراد کے ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم یہ کہیں کہ سو آدمی بیمار تھے ان میں سے نہیں بچا مگر ایک حصہ۔ تو اس کے یہ معنے نہیں کہ سو آدمیوں میں سے ایک کی ٹانگ، ایک کی آنکھ، ایک کا کان بچ رہے ہیں بلکہ یہ کہ دس بیس یا تیس یا چالیس آدمی بچ گئے ہیں۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ ایک لاش کو جانور کھا گئے ہیں مگر اس کا ایک حصہ بچ رہا ہے تو اس سے مراد اس کا ہاتھ یا پاؤں یا ران بچ گئی ہے۔ پس جب استثناء شے واحد سے ہو تو اس سے مراد اس کا جزو ہوتا ہے اور جب استثناء جنس سے ہو تو اس کا ایک حصہ ہوتا ہے اس بات کے نہ سمجھنے سے خواجہ صاحب نے ڈینگ ماری ہے اور کہا کہ میاں صاحب نے علمی غلطیاں کی ہیں۔ دراصل یہ فقرہ کہ لَمْ یَبْقَ مِنَ النَّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ اسی طرح کا ہے جس طرح کہا جائے کہ پانی میں سے نہیں بچا مگر جو لوٹے میں ہے۔ اس سے مراد جنس ماء سے ہے۔ اور اس کے یہ معنے نہیں کہ لوٹے میں جو ہے وہ پانی نہیں۔ ایک چیز کی مختلف اقسام ہوتی ہیں اور ان سب کے مجموعے کا ایک نام ہوتا ہے اور کبھی درجے کے لحاظ سے اقسام ہوتی ہیں۔ اور ایک کے اوپر دوسرا اور تیسرا درجہ ہوتا جاتا ہے لیکن ہر ایک درجہ کا نام ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کی مثال علم طب کی ہے اس کی ایک قسم سرجری ہے اور ایک قسم علاج ابدان۔ دوائیوں سے اور ایک بیطرہ ہے۔ سرجری علم جرحی سے علاج کرنے کو کہتے ہیں اور بیطرہ چوپایوں کے علاج کا نام ہے۔ اب کہیں

یہ ذکر ہو کہ لَمْ یَبْقَ مِنَ الطِّبِّ الْیُوْنَانِیَّۃِ اِلَّا بَیْطَرَۃٌ تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ طبّ یونانی سے نہیں رہا مگر طب کی قسم بیطرہ۔ اور اس سے یہ کبھی مراد نہیں لی جائے گی کہ طب کی جو بیطرہ قسم ہے وہ بھی نہیں رہی یا وہ طب ہی نہیں یا یہ کہ حیوانوں کا جو ڈاکٹر ہوتا ہے وہ ناقص ڈاکٹر ہے۔ پھر اسی طرح کی ایک اور مثال ہے اور وہ یہ ہے کہ سول سروس کی نوکری میں سب سے چھوٹا درجہ اسسٹنٹ کمشنر کا ہے۔ اس سے بڑھ کر ڈپٹی کمشنر اس سے بڑھ کر کمشنر۔ اس سے بڑھ کر فنانشل کمشنر۔ اور اس سے بڑھ کر لفٹنٹ گورنر کا درجہ ہے۔ اب کوئی کہے کہ سول سروس میں سے کوئی پوسٹ باقی نہیں رہی مگر اسسٹنٹ کمشنری۔ تو اس کے یہ معنے نہیں ہوں گے کہ یہ سول سروس ہی نہیں بلکہ یہ کہ سب سے چھوٹا درجہ جو سول سروس کا ہے وہ باقی رہ گیا ہے اور بڑے درجے نہیں رہے یا کوئی کہے کہ سول سروس میں سے نہیں باقی رہا مگر کمشنری کا درجہ۔ تو اس کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ ایک کمشنر سول سروس کا ممبر نہیں ہوتا۔ تو نبوت کے بارے میں ان لوگوں کو یہ دھوکا لگا ہے کہ انہوں نے فرض کر لیا کہ جو شریعت لائے وہی نبی ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

پس جبکہ نبوت کو صرف ایک قسم پر محدود کر دیا تو لَمْ یَبْقَ سے یہ نتیجہ لازمًا نکالنا پڑا کہ جب نبوت صرف ایک قسم کی ہے تو اب جو کچھ باقی ہے وہ کوئی جزو ہی ہونا چاہیئے نہ کہ کُل۔ حالانکہ بنائے دعویٰ ہی فاسد ہے۔ اگر نبوت صرف شریعت لانے کا نام ثابت ہو تب تو یہ دعویٰ ہو سکتا ہے لیکن جبکہ یہی ثابت نہیں تو اس حدیث کے وہ معنے درست ہی نہیں جو خواجہ صاحب کرتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ نبوت کئی قسم کی ہے جن میں سے دو موٹی قسمیں تشریعی نبوت اور غیر تشریعی نبوت ہیں جن کا ثبوت قرآن کریم اور تاریخ سے کافی طور پر ملتا ہے۔ پس لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ کے یہ معنی ہوں گے کہ یہ اقسام نبوت میں سے مبشرات والی نبوت یعنی بلا شریعت نبوت باقی رہ گئی ہے نہ یہ کہ نبوت باقی ہی نہیں رہی۔

مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ کی آیت میں خدا تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ مرسلوں کا کام ہی یہ ہے کہ وہ مبشر اور منذر ہوتے ہیں۔ یعنی المبشّرات ہی نبوت ہیں۔ ہاں نبوت کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک تشریعی اور ایک غیر تشریعی یعنی ایک وہ جس میں مبشرات اور شریعت ہو اور ایک وہ جس میں صرف مبشرات ہوں۔ اور رسول اللہ نے فرمایا کہ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ۔ نبوت کے اقسام میں سے باقی نہیں رہا مگر مبشرات۔ یعنی

مبشرات والی نبوت باقی ہے۔اور مبشرات کو خدا تعالیٰ نے مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ میں نبوت قرار دیا ہے۔اور بتایا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کی خبروں میں انذار اور تبشیر ہو۔ نیز قرآن شریف میں نبی کی یہ پہچان بتائی ہے کہ لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۶ یعنی غلبہ علی الغیب کی شرط جس میں پائی جائے وہ رسول ہوتا ہے مبشرین و منذرین والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی نبی کا کام ہوتا کہ اخبار انذار اور تبشیر سنائے اور دنیا کی اصلاح کا کام اسی آیت سے نکل آتا ہے کیونکہ جو لوگ انبیاء کو مانتے ہیں وہ مبشرات سنتے ہیں اور جو نہیں مانتے وہ عذاب پاتے ہیں اور اسی کا نام اصلاح ہے۔

پس لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ کے یہ معنے ہوئے کہ نبوت جو حاوی ہے تشریعی اور غیر تشریعی نبوت پر، اس میں سے نہیں باقی رہی مگر مبشرات والی یعنی غیر تشریعی نبوت۔اور یہ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ میں بتا دیا کہ نبیوں کا کام تبشیر و انذار ہی ہے۔پس لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ کے متعلق یہ کہنا کہ اگر تمہارے معنی درست ہیں تو لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا عَيْنُ النُّبُوَّةِ چاہیئے تھا باطل ہے ورنہ لَمْ يَبْقَ مِنَ الْمَآءِ اِلَّا مَا فِيْ هٰذَا الْاِبْرِيْقِ اور لَمْ يَبْقَ مِنَ الطِّبِّ الْيُوْنَانِيَّةِ اِلَّا الْبِيْطَرَةِ کے یہ معنے کرنے پڑیں گے کہ لوٹے کا پانی پانی نہیں۔اور بیطرہ طب نہیں ناقص طب ہے۔ان کے دعویٰ کی تمام بناء نبوت کو تشریعی نبوت میں محدود کرنے پر ہے لیکن یہ بات ثابت نہیں۔حضرت یحییٰ ایک ایسے نبی تھے جو حضرت مسیح کی زندگی میں موجود تھے تو کیا ایک گاؤں میں ایک خاندان میں اور ایک قوم میں یہ دونوں نبی علیحدہ علیحدہ شریعت لے کر آئے تھے۔اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت مسیح کوئی شریعت لائے تھے گو میرا یہ مذہب نہیں تو ماننا پڑے گا کہ حضرت یحییٰ کوئی شریعت نہیں لائے تھے اور اگر حضرت موسیٰ؊ شریعت لائے تھے تو حضرت ہارون نہیں لائے تھے۔ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ غیر تشریعی نبی ہوئے ہیں۔اور ایسے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وساطت سے اب بھی ہو سکتے ہیں۔ہاں اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ تشریعی نبوت کے سوا اور کوئی نبوت نہیں تو ہم مان لیں گے کہ مبشرات سے مراد جزو نبوت ہے نہ کہ نبوت۔لیکن اس طرح مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ کی آیت کا انکار کرنا پڑے گا اور ماننا پڑے گا کہ اب کوئی ایسا انسان نہیں آسکتا جو بشیر اور نذیر ہو حالانکہ مسیح موعود آیا اور اس نے ہزاروں اور لاکھوں ایسے نشان دکھلائے جو آپ کے ماننے

والوں کیلئے بشارت اور نہ ماننے والوں کیلئے انذار کا باعث ہوئے۔ پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ کوئی مصلح بھی نہیں آ سکتا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے سوائے تبشیر کے اور کچھ نہیں آ سکتا نہ مخلوق کی اصلاح کیلئے نہ علم کے بڑھانے کیلئے کیونکہ مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ انبیاء کا جو یہ کام ہوتا ہے کہ لوگوں کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کراتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ ۷ یہ بھی بند ہو جائے گا۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں آئے گا جو لوگوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کرے۔ پھر قرآن شریف میں نبی کے کاموں کی یہ تشریح آئی ہے کہ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ۸ یہ بھی سب کام بند سمجھنے چاہئیں یعنی کتاب اور حکمت کو سکھانے والا اور لوگوں کو پاک کرنے والا کوئی بھی نہیں آ سکتا۔ صرف یہ کہنے والا آ سکتا ہے کہ فلاں کے گھر بیٹا ہوگا فلاں کو یہ خوشی ہوگی فلاں کو وہ ہوگی۔ پس اگر مبشرات کو نبوت کا کوئی جزو ٹھہراؤ گے تو یہ سب کچھ ماننا پڑے گا۔ پس سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ مبشرات کو نبوت کا ایک درجہ اور ایک قسم قرار دیا جائے۔ ہمارا دعویٰ ہے اور ہم خدا کے فضل سے قرآن اور تاریخ سے ثابت کر سکتے ہیں کہ ایسے نبی آئے ہیں جو شریعت نہیں لائے۔ اب جب تک کوئی یہ ثابت نہ کر دے کہ تشریعی نبوت کے سوا اور کسی قسم کی نبوت نہیں اس وقت تک مبشرات کو نبوت کا جزو نہیں قرار دیا جا سکتا۔

خواجہ صاحب کی علمی نادانی دیکھئے لکھتے ہیں

> ''لَهُمُ الۡبُشۡرٰى فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۹ کے ماتحت ہم میں سے جو خدا کی نگاہ میں مومن ہوگا وہ مبشر ہو سکتا ہے اور اس لئے وہ آیت بالا کے ماتحت حسبِ استدلال میاں صاحب رسول ہے''

لیکن یہ بات خواجہ صاحب کے جاہل مطلق ہونے پر دال ہے اس آیت کے تو یہ معنے ہیں کہ مومنوں کو بشارت دی جاتی ہے یعنی خدا کی طرف سے ان کو بشارت ملتی ہے لیکن جس آیت سے میں نے حضرت مسیح موعود کی نبوت کا استدلال کیا ہے وہ یہ ہے مَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کو یہ درجہ دیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو بشارت دیتا ہے پس پہلی آیت تو یہ بتاتی ہے کہ ہم نبیوں کو نہیں بھیجتے مگر لوگوں کو بشارت دینے اور ڈرانے کیلئے۔ اور دوسری آیت یہ بتاتی ہے کہ مومنوں کو خدا تعالیٰ سے بشارت ملتی

ہے اور ان مضمونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے نبی بشارت دینے والا ہے اور مومن بشارت لینے والا۔ کیا یہ دونوں باتیں ایک ہی ہیں لیکن خواجہ صاحب کی علمیت ان کو ایک ہی سمجھ رہی ہے حالانکہ رسولوں کو مُبَشِّر بِکسر ''ش'' اور مومنوں کو مُبَشَّر (آیت لَھُمُ الْبُشْریٰ کے معنوں کے مطابق) بفتح ''ش'' کہا گیا ہے۔

اب باقی رہا معاملہ قسم کا، سو ہم نے ان کی قسم کے جواب میں اس لئے خاموشی اختیار نہیں کی تھی کہ ہم بھاگتے ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی بات پر پکے ہو جائیں۔ ہم قسم کھائیں گے اور ضرور کھائیں گے کیونکہ ہم وہ ہیں جن کا قدم خدا کے فضل سے کسی مقابلہ میں پیچھے نہیں ہٹتا۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ جب ہم انہیں قسمیں دیں گے اور حق بات کیلئے دیں گے تو وہ نہیں کھائیں گے اور اگر کھائیں گے تو جس طرح یہ سورج نظر آ رہا ہے اور اس میں کسی کو شک نہیں اور جس طرح ہم یہاں بیٹھے ہیں اور اس میں کچھ کلام نہیں، اسی طرح صاف طور پر وہ تباہ ہو جائیں گے۔ انہوں نے ایسی تلوار تیار کی ہے جو ہماری گردنوں پر نہیں بلکہ ان کی گردنوں پر چلے گی۔ انہوں نے ایسا گڑھا کھودا ہے جو ہمارے لئے نہیں بلکہ وہ اُن کے گرنے کیلئے ہے۔ ہم قسمیں کھائیں گے اور بتائیں گے کہ ہم اس وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعود زندہ تھے آپ کو نبی مانتے تھے۔ لیکن وہ قسمیں نہیں کھائیں گے۔ چنانچہ ابھی سے انہوں نے یہ شرطیں لگانی شروع کر دی ہیں کہ تمہاری قسمیں بیہودہ اور لغو باتوں کے متعلق ہیں یہ قسم نہ کھانے کے سامان ہیں لیکن میں قسم کھاتا ہوں۔ وہ خدا جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ خدا جو عذاب کی طاقت رکھتا ہے، وہ خدا جس نے میری جان کو قبض کرنا ہے، وہ خدا جو زندہ، قادر اور سزا و جزاء دینے والا ہے، وہ خدا جس نے آنحضرت ﷺ کو دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا اور وہ خدا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا، میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت مرزا صاحب کو اُس وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعودؑ زندہ تھے اُسی طرح کا نبی مانتا تھا جس طرح کا اب مانتا ہوں۔ میں اس بات کیلئے بھی قسم کھاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے رؤیا میں مجھے منہ در منہ کھڑے ہو کر کہا ہے کہ مسیح موعود نبی تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ غیر مبائعین سب کے سب عملی لحاظ سے بُرے ہیں اور ہماری جماعت کے سارے کے سارے عمل میں اچھے ہیں مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جن عقائد پر ہم ہیں وہ سچے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ اس کی طرف سے حضرت مسیح موعود نبی ہو کر آئے۔ ہم نے اس کی زبان

سے اپنے کانوں سُنا اور اس کی تحریروں میں پڑھا اس سے ہمیں ہرگز ہرگز انکار نہیں۔

میں نے تو قسم کھالی ہے اور باقی ہماری جماعت کے لوگ قسم کھانے کیلئے تیار ہیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ یہ تلوار اُن ہی کی گردنوں پر چلے گی۔ میں نے رؤیا میں دو آدمیوں کی نسبت کہا ہے لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ تو انہوں نے کہا ہے۔ آمین۔ وہ دونوں تو تباہ ہو رہے ہیں۔ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس سے مجھے بہت سرور ہوا۔ رات کو میں نے اٹھ کر سب گھر والوں کو جگا دیا کہ نفل پڑھو اور اس کے بعد میں بھی نہیں سویا۔ وہ خواب یہ ہے کہ مجھ سے حضرت مسیح موعودؑ نے پوچھا کہ تم نے نبوت کے متعلق کیا دلائل دیئے اور لوگ سن کر کیا کہتے ہیں چڑتے تو نہیں۔ میں نے کہا کہ لوگ اچھی طرح سنتے ہیں اور دلائل بھی بتائے جو آپ نے بہت پسند کئے اور خوش ہوئے۔ پھر میں نے ان لوگوں کی نسبت بتایا کہ کس طرح مخالفت کرتے ہیں۔ یہی باتیں کرتے ہوئے شیخ رحمت اللہ صاحب آئے اور انہوں نے آکر مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے ان کو کہا آپ بھی آج ہی حضرت مسیح موعود کو دیکھ کر ملنے آئے ہیں انہوں نے کہا کہ آپ بھی تو آج ہی ملے ہیں۔ اس گفتگو پر حضرت صاحب نے اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ مصافحہ کیلئے بڑھایا اور کہا کہ شیخ صاحب ہیں لیکن شیخ رحمت اللہ صاحب نے اپنا ہاتھ پیچھے کو ہٹا لیا اور مصافحہ نہیں کیا اس پر منہ موڑ لیا۔ اور پھر حضرت صاحب نے اشارہ فرمایا کہ اس کو نکال دو۔ یہ دیکھ کر مرزا خدا بخش صاحب نے شیخ صاحب کو کہا کہ تم پر بڑا ظلم ہوا ہے اور ان سے لپٹ گئے اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہیں تم بھی میرے مریدوں میں ہو۔ پھر دونوں کو نکالنے کا اشارہ فرمایا۔ جس پر دونوں کو پکڑ کر نکال دیا گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ ایک مکان میں ہیں اور اس جگہ فوجی پہرہ ہے اور بینڈ باجہ بج رہا ہے۔ بڑی شان و شوکت اور رونق ہے۔ میں نے آپ سے کہا حضور شروع میں تو مجھے بڑا فکر تھا کہ یہ بڑے بڑے آدمی نکل گئے ہیں اب کیا ہوگا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے خود ہی سب کام کر دیا۔ اور میری کیا حیثیت ہے میرے سب کام خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے اور اس پر سخت رقّت طاری ہوئی اور آنکھ کھل گئی۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہم میں کوئی کمزوری نہیں اور ہم ملائکہ کی طرح ہیں۔ مگر میں یہ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق ہمارا عقیدہ حق ہے اور حضرت صاحب نبی تھے اور ایسے نبی تھے جیسے پہلے ہوئے ہیں ہاں آپ براہِ راست

نبی نہیں اور آپ کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ آپ امتی نبی ہیں یعنی نبی تو ہیں لیکن آپ کو نبوت ایک نبی کی اتباع میں ملی ہے اس نبوت سے ہم کسی وقت بھی منکر نہیں نہ پہلے تھے اور نہ اب ہیں۔ خواب میں میں نے نبوت کے متعلق جو دلائل حضرت مسیح موعودؑ کو سنائے ان میں سے ایک آیت سے میں نے یہ استنباط کیا (وہ آیت یاد نہیں رہی) کہ ہم نبی بھیجتے رہتے ہیں۔ لوگ ان کا مقابلہ کریں یا نہ کریں، انہیں مانیں یا نہ مانیں۔ اب بھی نبی ضرور آئیں گے پس قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا صداقت آ گئی اور باطل بھاگ گیا۔ باطل ہمیشہ ہلاک اور تباہ ہی ہوا کرتا ہے۔ میں تو اس لئے بھی تیار ہوں کہ آؤ وہی کریں جو نجران کے مسیحیوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ پیغام میں کفر کا فتویٰ تو وہ ہماری نسبت دے ہی چکے ہیں اگر انہیں جرأت ہے تو آئیں فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ [10] بڑی آسان بات ہے۔ قسم ہی نہیں بلکہ مباہلہ کر لیں۔ جب کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں تو انہیں کوئی عذر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جب وہ مجھے کافر سمجھتے ہیں تو میرے لئے کیا روک ہے کہ میں ان سے مباہلہ نہ کروں مجھے جو کافر قرار دیتے ہیں مجھے ان سے مباہلہ جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم قسم سے بھاگتے ہیں۔ میں قسم سے نہیں بھاگتا بلکہ مباہلہ کیلئے تیار ہوں۔ کیونکہ یہاں اس بات پر جھگڑا نہیں کہ میں ولی ہوں یا نہیں، میں نیک ہوں یا نہیں بلکہ یہ کہ مسیح موعودؑ خدا کا سچا نبی ہے یا نہیں۔ میں باوجود اپنی کمزوریوں کے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے ہی کامیاب کرے گا اور میں ان کی بزدلیوں سے واقف ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ وہ مقابلہ پر کبھی نہیں آئیں گے۔ بلکہ خرگوشوں کی طرح میرے مقابلہ سے بھاگ جائیں گے اور بہانہ بنا کر اس موت کے پیالہ کو ٹالنا چاہیں گے۔

(الفضل ۲۳۔ ستمبر ۱۹۱۵ء)

۱؎ بنی اسرآئیل: ۸۱ تا ۸۵

۲؎،۳؎ تصانیف سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمودؓ احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ

۴؎ بخاری کتاب التعبیر باب المبشّرات

۵؎ الکہف: ۵۷ ۶؎ الجن: ۲۷، ۲۸ ۷؎ اٰل عمران: ۳۲

۸؎ البقرۃ: ۱۳۰ ۹؎ یونس: ۶۵ ۱۰؎ اٰل عمران: ۶۲